
OUDH PUNCH LUCKNOW
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS DICTATED UNTO OTHERS (ARISTOTLES)

جلد ۱۰ نمبر ۱۴

مضامین غیر

مورخہ ۸ ۱ اپریل ۱۹۲۵ء

وعدہ تو کوثر تریا پشت سن بابروت؟
قول تو بے اصل تریا باد یا پندار سن؟

آجکل بہار کا موسم ہے جمادات نباتات حیوانات میں خاص قسم کا جوش ہے جن کے دماغ میں کسی عجیب نوعیت کی ہوا بھری ہوئی ہے وہ تو زمین پر پاؤں نہیں رکھتے مزاج آسمان پر کھلا کھیلتا ہے۔ مثلاً شعرا کو دیکھیے ادھر برج حمل کی اول منزل میں آفتاب نے قدم رکھا خواں رسیدہ شاخوں میں کونپلیں پھوٹیں خریف کی سردی سے دبکے دبکائے حضرات الارض نے پھریری لی کھلکھل رنگے پھر بھی بھائے آمد ہے۔

کچھ سچ ہوا پیچاں دست بیر نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

ہاتھ گریبان پہ پہونچ ہی گئے

پھر بہار آئی یہی ہیں دو تم ول آسے ہوئے
پھر سے داغ جنوں ہے قبا کے پرکالے ہوئے

انگلستان کا ہوس آف لارڈز اس طبعی خاصیت سے مستثنیٰ نہیں مارچ کا مہینہ کیا آیا فتنہ کا دریا کھلا طبع کی روچیوں نے آمد سے بچے دیے۔ مرص نے بیشت سے پاؤں نکالے "رنگ سودائے خواہ مخواہ" میں جنبش ہوئی یہ جوش ایسا عجیب و غریب ہے کہ نشتر فصاد کی خدمت اسے ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔

آپ کو واسطہ اندری ہمارے وزیر ہند صاحب کی ترالی آشفتہ سری دیکھیے مرحبا (الفاظ بیچ) فرماتے ہیں۔

"ہائے اے سولسروس کے امیدوارو! کی پردھ نہ جنگ سے رہے کے ایک گھٹ ہی رہا۔ اس گھاٹے کے دیکھنے سے بندے کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ اس نامراد لڑائی نے ایسے لوگوں کا کھوج کھو دیا جو ہندوستانی ملازمتوں کی رزمگاہ میں خم ٹھوکتے جاتے اور مردانہ وار اس عظیم الشان مہم کو سر کرتے تھے اب یہ حال ہے کہ آدمیوں کا بالکل توڑا ہو گیا ہے کچھ خدا گنج سدھار کچھ بیکار ہو گئے کچھ ہیں تو بہ رہے تھوڑے سے پست ہمت ہیں۔ امید ہے کہ اگر ہم سولسروس کے ہندے ڈکرے میں بھر کے گلی کوچے میں نکلیں اور "ڈرہی رہی" کرتے پھریں تیرے میرے دروازے پر صدا لگائیں:۔

"کام وزیر ہند کا نوکریاں گرو ہوا لو"

تو ایسے منچلے مرد میدان پیدا ہو جائیں جو ترازو کے پلڑے میں بیٹھے دھڑا باندھنے کی مصیبت سے نجات دلوا دیں مگر اب تو بھاری پاسنگ رکھنا پڑتا ہے یاروا اگر اب بھی انگریزی میدوارا کا پلا اونچا ہی رہا اور کانٹے کی سوئی ہندوستانیوں کی جانب جھکی تو پچاس فیصدی ہندوستانی جگے ابھی ایسی تیسی میں اصلی فکر یہ ہوگی کہ جس طرح بنے پچاس فیصدی کی تعداد انگریزوں کی پوری کی جائے"

وزیر ہند صاحب نے ابھی سے کوشش شروع کر دی ہے آپ یونیورسٹیوں میں جاتے ہیں اور وہاں ہندوستانی عہدہ اے سولسروس کے ورثے طلبا اور اساتذہ سے بھرتی ہونے کی بھیک مانگتے ہیں:۔

"اجی پروفیسر ڈارسن صاحب آپ کو میری جان کی قسم دو طالب علموں کو ہندوستان جانے کی ترغیب دیجیے ان کو امتحان دوا کے ہندوستان پارسل کر دیجیے بات یہ ہے کہ نہایت تشویش ہے۔ جدید قوانین کا منشا یہ ہے کہ ہندوستانی ملازمتوں میں ہندوستانی کالے آدمی بھرتی کیے جائیں اور آپ خوب واقف ہیں کہ کالا آدمی مشکل سے قابل اعتماد ہے پھر آپ ہی فرمائیے اگر برطانیہ اپنے بہترین امیدوار ہندوستان کے سر منڈھ سکی تو ہندوستان مردود کیونکر زندہ رہے گا"

یہ خبر کیم اپریل کی ہے اور ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ برکن ہیڈ صاحب پر بعض اوقات دہنی دکھ بھری کہانی سناتے جب رقت بھی طاری ہو گئی یونیورسٹی کی عمارت کا تمام فرش کیچڑ میں لت پت ہو گیا۔

اگر یہ تمام خبریں اور بیانات صحیح ہیں تو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۹۶ دیکھنے کے قابل ہے جسے "نعمت عظمیٰ" کا لقب دیا گیا ہے۔ اور جس کی نسبت خوشامدی ہندوستانیوں کا بیان ہے کہ اب سات پشتوں کی دنیوی و اخروی نجات میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ سو نے لسیب جاگے۔

ان خوشامدیوں کے تذکرہ پر ہمیں ایک حکایت یاد آئی کسی شخص نے اپنے تین لڑکوں کو حکم دیا کہ میرے لیے گوشت پکاؤ۔ لڑکے بازار گئے گوشت لائے دھویا بگھارا پکایا اور پیالا سامنے رکھا۔ پدر بزرگوار نے سب گوشت پیٹ کے نعمت خانے میں سینت رکھا ہڈیاں چھوڑ دیں لڑکے منہ دیکھا کیے کچھ ہڈیاں بچ رہی تھیں اُن کے بارے میں ارشاد ہوا کہ لڑکوں یہ ہڈیاں تم میں سے وہ شخص پانے کا مستحق ہے جو ان کے استعمال کا بہتر طریقہ بیان کرے۔

بڑے صاحب نے کہا حضرت! ہڈیاں تو بجز اس کے گویا نکال کے کھانے اور پھینک دینے کے ان کا مصرف اور کیا ہے۔

پدر مکرم نے فرمایا: تم اس قابل نہیں ہو کہ نعمت تمہیں دی جائے۔

منجھلے صاحب نے کہا: ابا میں ان کو آہستہ آہستہ چباؤں گا اور ایسا چاٹوں گا کہ دیکھنے والا سمجھے گا ہر ہڈی کی بڑائی دی ہے۔

والد محترم نے ارشاد کیا: یہ ہڈیاں تمہارے قابل نہیں ہیں۔

چھوٹے صاحب خوشامدی مزاج شناس تھے کہنے لگے "بابا جان میں تو ان ہڈیوں کو سر کھا کے سیوں گا اور جیب کے اُن کا سفوف کیا کروں گا"

بس یہ سُننا تھا کہ شفقت پدری نے زور کیا۔ کلیجے سے چپٹا کے بولے یہ بس! تو ایک لائق فرزند ہے اور اس قابل ہے کہ اس متاع گرانمایہ (استخوان) کا مالک بنے۔ لے جا خدا تجھے مبارک کرے۔

جب گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (اسکیم) کی صورت میں تھا کہ ہندوستان کے چار فرزند پس خوردہ اشیاء استخوان کے بارے میں مختلف تھے بڑے صاحبزادے کہتے تھے اچھی بناؤ گوشت کھاتے ہیں خود ہڈیاں دیتے ہیں ہیں۔ اُن سے کہو جہاں بچے کھائے ہیں وہاں ہڈیاں گڈیاں بھی خود ہی نوشجان فرمائیں۔ ہمارے لیے روکھی سوکھی بہت ہے۔

منجھلے صاحبزادے (لبرل) کہتے تھے اچھی گوشت نہ سہی گودا تو ہے۔ حکمائے مغز استخواں کی توصیف بہت کی ہے۔

سنجھلے صاحب کا قول تھا کہ بھوک میں جو کچھ مل جائے مزا دیتا ہے۔

چھوٹے صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کوے کی طرح بازو سمیٹ پیروں کی قینچیں باندھ کے گر ہی تو پڑے۔

اب سنیئے کوئی حقیقتہً ان ہڈیوں میں آتش نمی اندازگی بھی نہ تھی کہ آدمی نہیں تو ہاتھ سے چیونٹیوں ہی کا کچھ بھلا ہوتا۔ چند لقمہ گوشت کھانے کے بعد تنہا خواری کا الزام اپنے سر لینا ان کو بھاتا تھا چھوٹے صاحبزادے کی سعادتمندی و اطاعت سے بہت خوش ہوئے اور اپنی جگہ اپنی قائم مقامی کا خلعت انعین یا مگس ہونے کے لیے نہیں صرف چند روز کے واسطے۔ اور یہ بھی کہدیا کہ گھبراؤ نہیں ابھی بہت کچھ ملے گا ذری چھری تلے دم لو جلدی کا کام ہے شیطان کا۔ بڑے صاحبزادے ڈکلاتے بیٹھے جھنجھلا رہے تھے پڑے پیچھے قید ہوئے مگر ان کا ساتھ کچھ دنوں منجھلے بھائی نے دیا پھر وہ بھی بادل ناخواستہ ہی سی رہ بیٹھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اب کی تو ہم بچارے ہیں پدر محترم کے رقیق الوقتی آمیز وعدوں کا اعتبار بالکل غائب ہو گیا اور چاروں بھائی بحیثیت مجموعی عارفانہ یہی الاپ رہے ہیں

وعدہ تو کو ندر یا پشت من یا ابروت

قول تو بے اصل ترا باور یا سید امرسن؟

[illegible]

خود برکن ہیڈ صاحب کی زبان سے یہ جملے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ خصوصاً نمبر ۵ کو بالا ارادے کی سنیت ہیں۔

(۱) یہ واضح اعلان ہے کہ ہندوستانی نظم و نسق کے ہر شعبہ میں ہندوستانیوں کی تعداد بڑھائی جائے گی۔

(۲) ابھی دیکھو اگر ہندی ملازمتوں کی اکثریت میں اب چوں و چرا کی تو میں ہرگز نہ مانوں گا۔

(۳) یہ ہیرا کیا وعدہ نہیں ہے صدہا سال کے وعدے ہیں۔

(۴) ۱۹۲۳ء میں انڈین سول سروس پر ۶ فیصدی اور پولیس کے عہدوں پر ۱۵ فیصدی ہندوستانی تھے۔ (جل جلالہ ذری سنبھل کے کہیں چھوٹے صاحبزادے شادی مرگ نہ ہو جائیں)

(۵) ۱۵ سال سے ۲۵ سال آیندہ تک اگر یہ ۵۰ فیصدی ہندوستانی ہو جائیں تو اس ترقی کا تماشا اچانک ترقیوں کے ذیل میں سمجھیے۔

خود غرض انگریز عمال نے عہد شکنیاں کی ہیں کہ آج تک کوئی وعدہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیا جتنے مواعید ہیں وہ ادھورے اور ناقص پڑے ہوئے ہیں۔ اس آدھے تیتر آدھے بٹیر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں جا بجا بدخیالی اور شورش کی خواہش پیدا ہو رہی ہے ہندوستانی خواہ آپس کے اختلاف میں تھوڑی دیر کے لیے مطالبات آزادی سے غافل ہو جائیں مگر ان میں کا ہر فرد محسوس کرتا ہے کہ ہمارے ساتھ چالیں کھیلی جاتی ہیں۔

ایک کنجوس نے کسی دوست سے مکان مول لیا۔ پہلا مالک مکان فیاض تھا اس وجہ سے اس کے دروازے پر بھیڑ لگی رہتی تھی۔ کنجوس صاحب جو دروازے پر بیٹھے تو فقیروں کا تانتا لگ گیا اللہ سلامت رکھے۔ مولا بھلا کرے۔ خدا کی راہ پر کچھ دو بھلا ان آوازوں کا کچھ ٹھکانا تھا۔ ادھر سے جواب دیا گیا سائیں پھر مانگو۔ برکت ہے اسوقت معاف کیجیے۔ دو تین مہینے گذرنے کے بعد

کنجوس صاحب نے اپنی صاحبزادی سے کہا بیٹی اس مکان میں جب سے آئے ہیں بھک منگوں نے ناطقہ تنگ کر دیا ہے۔

لڑکی نے کہا: ابا پھر کیا ڈر ہے جب تک آپ کی زبان پر آگے بڑھو۔ اور برکت ہے جاری ہے اسوقت تک بھک منگوں کی قلت اور کثرت کی پروا غیر ضروری ہے۔

اہل ہند بھی ستر اسی سال سے برابر بھیک مانگ رہے ہیں ان کو یہی جواب ملا کیا "سائیں پھر مانگو اسوقت ہاتھ خالی نہیں۔ دوسرے وقت آنا۔" مگر اس بھیک مانگنے والے میں جہاں خیرات پر کوئی قدرتی حق رکھتا ہو اور اس بھیک منگے میں جو مٹی کے مال پر کوئی حق نہ رکھتا ہو بہت فرق ہے۔

لی کمیشن کی سفارشیں کوئی الہامی قانون میراث کا جزو تو ہیں نہیں جو کوئی ان پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ انگریزوں کے واسطے ضرور مفید ہیں اور جب حاکم قوم جو کچھ دینے دلانے کا ارادہ نہ رکھتی ہو ضرور اس یکطرفہ سفارشوں کو قبول کرے گی مگر ایسی سفارشیں ذری مشکل سے کامیاب ہوتی ہیں۔ رعایا پر تشدد ہو گا آج ڈیڑھ کروڑ کی جیب ہندوستان کی چندیا پر پڑی ہے کل اس سے دونی رقم کی پڑے گی۔ ہندوستانی حکومت کو ایسے اختیارات حاصل ہوں گے کہ وہ روز مرہ اقدام آگے بڑھتے ہوئے ٹیکس بڑھیں گے۔ ملکی صنعت و حرفت کے ساتھ بے دردی کی جائے گی تعلیم میں اہل ملک علاً حاکم قوم کے دست نگر رہیں گے۔ اور کبھی اس قابل نہ بنائے جائیں گے کہ دوسرے ممالک سے صنعت و حرفت میں مقابلہ کر سکیں تو گرانی اور افلاس بڑھتے ہوئے لاموسے پر مجبور کریں گے۔ ایک بنگال آرڈیننس نہیں ہزار بنگال آرڈیننس ہوں تو کیا ہوتا ہے ایسے قوانین تو اور بھی حاکم و محکوم کے مابین افتراق و منافرت پیدا کریں گے۔

لہٰذا انگریزی حکومت کے واسطے لازم ہے کہ ورنہ نہیں تو پچھتاویں گے پر عمل نہ کرے وعدہ حسن نیت کے ساتھ کرے اور وقت صدق کے

ساتھ پورا کرے۔ ہماکر وگ بار بار یہ نہ کہیں کہ ست
وہ ، ذکر نزاکت من یا بروت ؟
قول ز وب اس تر یا بار یا پندارمن ؟

راقم

ادیار الملک

البیان

اس نام کی ایک ضخیم کتاب ہمارے پاس برغرض تنقید بھیجی گئی ہے ناظرین کے حافظہ میں اگر فتور نہیں ہے تو انھیں یاد ہوگا کہ ۱۹۲۰ء میں بمقام بمبئی داؤدی بوہروں کے پیشوا حضرت مولانا طاہر سیف الدین کے خلاف انکے بعض دشمنوں نے ایک مقدمہ دائر کیا تھا۔ موصوف داؤدی بوہروں کے الداعی ہیں۔ اور عقائد کی رو سے اپنی جماعت کے جان و مال پر کامل تصرف کا حق رکھتے ہیں۔ دشمنوں نے اپنی قوت کی جانچ نہ کی اور انکے خلاف اوقات کے متعلق وکلا کی خوش نصیبی کے چلتوں ایک گھمن گرج مقدمہ کھڑا کر دیا۔ حاکم نے اختصار کی بہت کوشش کی پھر بھی ایک ماہ تک مولانا کو خود گواہی کی صعوبت اٹھانی پڑی۔ مگر یہ بھی کمال ذہانت ہے کہ اس ایک ماہ کی گفتگو میں آپ کی تقریر منطقی سقم یا اختلاف سے بالکل پاک رہی۔ اگر یہ کوئی معجزہ نہیں ہے تو ایک عجیب کارنامہ ضرور ہے جسکی مثالیں دری مشکل سے ملیں گی۔ وکلاء کی کاوش کاوش اور کوا گمار یں عجیب ہیں جن کے جائیں جھیتوں میں بڑوں بڑوں کے آئے حواس گم ہو جاتے ہیں۔ کذب و دروغ بافی کے الزام سے بچنا ضرور قابل مبارکباد ہے۔

اس بیان میں داؤدی مذہب کے ایسے اسرار منکشف ہوئے ہیں جنکا انکشاف اگر یہ مقدمہ نہ ہوتا تو کبھی ممکن نہ تھا۔

زوال سلطنت اسماعیلیہ کے بعد اس مذہب کی باگ ہمیشہ ذی علم افراد کے ہاتھ میں رہی انکی کلامی تصنیفیں آج بھی اپنے استدلالی مضبوطی کی دلیل ہیں۔ مثلاً وجود باری و توحید کے مسئلہ میں رسائل اخوان الصفا نے جو فتح یونانی طبعیین کے مقابلہ میں حاصل کی موحدین کے دل میں آج تک اسکی قدر باقی ہے۔ مولانا کے بیان میں بھی بعض کتابوں کا حوالہ ہے یہ عربی کتابیں بھی کچہری میں پیش ہوئی تھیں۔ مگر یہ معرکہ نہایت دلچسپ تھا۔ وہ عبارتیں پیش کی جاتی تھیں جنکا نہ وکیل صاحب جانتے تھے نہ حاکم صاحب بلکہ خود مدعی بھی کورا تھا لیجئے جو عبارت اپنے موافق سمجھکر وکیل مخالف کی جانب سے پیش کیجاتی تھی اسکا مطلب خود مولانا سمجھاتے تھے اور مولانا کی تشریح و توضیح زبردستی تسلیم کرنی پڑتی تھی۔ بہرحال کتاب نہایت دلچسپ بیان ہے۔

عبدالرؤف صاحب مانکپوری نے مسل سے ترجمہ کیا اور مطبع نادری کو توالی بازار جبل پور میں چھپوایا۔ دو روپیہ قیمت ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ کے اعتبار سے بھی کتاب اچھی ہے۔

غالباً ہمارے ناظرین پنچ کے علاوہ دیگر صاحب ذوق کے واسطے بھی بکار آمد ہے۔

پیمانہ جنوری ۱۹۲۵ء

(نمبر ۲)

ہندوستان کے شاعر اعظم صاحب کے شاگرد استاد نواز جذبات کے تحت میں استاد کی نازک خیالی کا نمونہ یوں دکھاتے ہیں ؎

بحر امید میں وہ تختۂ سوزاں تھا میں
جل بجھا اور چراغ لب ساحل نہ ہوا

شاعر صاحب کے تخیلی محذوفات کا اگر یہ مطلب ہے کہ امید کے دریا میں کوئی کشتی رواں تھی اسکے پیندے میں آگ لگی تختے بہے اور اس طرح بہے کہ ان میں سے کوئی تختہ کنارے پر آکے ریوڑی والے کا چراغ نہ بنی تو نہ اس آگ لگنے کا سبب الفاظ

ظاہر کرتے ہیں اور نہ حاصل شعری کھلتا ہے یعنی فرض کیجیے کہ شاعر صاحب شعل بنے بحر (؟) میں ڈوبتے ترتے آنچ کا کھیل دکھاتے کنارے پر آ بھی جاتے تو کیا ہوتا؟-

دوسری تخئیل ناتمام کی تلمیح یہ ہوسکتی ہے کہ بعض ضعیف الاعتقاد بوڑھیاں خواجہ خضر کے نام کا چراغ جلایا کرتی ہیں۔ مثل مشہور ہے:-

"چراغ روشن مراد حاصل"

خود چراغ نہیں بنتیں۔ سوختہ یا گھنٹی بننے سے مراد نہیں حاصل ہوتی۔

تیسرے یہ کہ "ڈوب مرنا" تو محاورہ ہے مگر "دریا میں جل بجھنا" کسی صاحب فہم کی زبان سے آجتک ہم نے نہیں سُنا۔ اے حضرت آخر آدمی سے چراغ بننے کی آرزو کیوں ہے؟

آپ نے شاید قسم کھالی ہے کہ لطافت کو پاس نہ پھٹکنے دیں گے محاورات کی ٹانگیں توڑیں گے خواہ اس جد و جہد میں آدمی سے ڈیوٹ ہی بننا پڑے۔ دو ایک بے حاصل اشعار کے بعد جنہیں بقول شاگرد صاحب کے "لیجیے کا ساز بیلو" دکھایا گیا ہے فرماتے ہیں ؎

رات کا جانا وداع شیشہ و پیمانہ تھا
صبح کا تارا نہ تھا قفل در میخانہ تھا

لوگ کہتے ہیں کہ یہاں رات سے مراد "مال" ہے یعنی افلاس نے "پیمانہ" کی اشاعت پر اثر کیا۔ اور صبح کے تارے سے مراد "پیروپیں" ہے ؎

مال کا جانا وداع ساغر و پیمانہ تھا
خوشۂ پیرو پیں تھا قفل در میخانہ تھا

شعر تو یہ ہے ؎

ڈھونڈھتا پھرتا تھا چشم آرزو کی روشنی
میں شب فرقت اندھیری رات کا پروانہ تھا

واہ رے "چشم" اے حضرت پروانہ "شمع" کی تلاش میں پھرتا ہے یا آنکھ کی تلاش میں ہے؟- آنکھ کی جستجو پروانہ نہیں کرتا آنکھ پھوڑ ڈٹا دیوث کرتا ہے ؎

مستند دیوانگی میری ہوئی بعد فنا
قبر پر آکر وہ بولے یہ مرا دیوانہ تھا

معلوم ہوتا ہے اس شعر میں بھی کاتب نے تصرف کیا ہے یہاں "مراد دیوانہ" کی جگہ "یہ مرا دیوانہ" تھا۔ مگر شاعر شاگرد کا قول ہے کہ

"یہ شاعر استناد جنوں کو بھی مخفی رکھتا ہے بلکہ وہ اپنی دیوانگی کو صرف اس لیے مستند کہتا ہے کہ اس نے قبر پر آکر یہ کہدیا ہے کہ "یہ مرا دیوانہ تھا" "یہ مرا دیوانہ تھا" (مگر یہ) سرٹیفکٹ ایک مسیحا کی طرف سے دیا گیا ہے اسلیے ہم کوئی شبہ نہیں کرتے ہوگا کبھی ہوگا کیا تعجب ہے؟"

تمام اشعار کی تنقید کے واسطے فرصت درکار ہے لہذا صرف مزے مزے کے شعر سُنیے اور لطف اُٹھائیے ؎

پھر تصور نے بڑھادی نالۂ موزوں کی لے
پھر فضائے درد میں اک شور پیدا ہوگیا

آجتک شعر کا زچا خانہ دُنیا کو معلوم نہ تھا شاعر صاحب نے بتادیا۔ ہم بھی بخاطر شاعر مانے لیتے ہیں کہ فضائے درد مولد شعر ہے لیکن پہلا مصرعہ ذرا تفصیل و توضیح کا محتاج ہے تصور نے نالۂ موزوں کی لے بڑھادی۔ یعنی وہ نالہ جسکے کٹ کھنے کیے گئے تھے اُسکی لے تصور نے بڑھائی۔ فضائے درد کو پیٹ رہ گیا "نالۂ موزوں" کی نوعیت اسوقت تک نہیں کھلتی جب عروض کی سولہ بحروں کے وزن پر کوئی نہ دو سکے۔ یہ کوئی جدت نہیں ہے اگر بعض امرا کے مصاحب ہنفس سے تمام اوزان شعری ادا کر سکتے ہیں۔ تو شاعر کا نالہ بھی وزن دکھا سکتا ہے تقطیع نالہ میں سبب وتد فاصلہ کا محسوس کرنا کافی ہے۔ انشاءاللہ فوراً تقدمت ہوجائے گی ؎

اوں اوں اوں اوں | اوں اوں اوں اوں
فاعلاتن فاعلاتن

اوں اوں اوں اوں | اوں اوں اوں اوں
فاعلاتن فاعلن

پھر تصور | نے بڑھادی | نالۂ مو
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
زوں کی لے
فاعلن

قابل دریافت یہ بات ہے کہ لے بڑھنے سے ٹھیکا دکھرا نہیں بدلتا۔ فضائے درد کی زچا جیسی میں گوتھے یا دو ہی میں شعر بہرحال پیدا ہوگا۔ لہذا لے بڑھانے کا ذکر ہی فضول ہے غالباً اُستاد صاحب نے غالب کے اس شعر کا جواب دیا ہے ؎

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند لے نہیں ہے

چند اشعار کے بعد فرماتے ہیں ؎

حیرت جلوہ گری مہر لب خاموش ہے
آنکھ محو دید تھی اتنا مجھے بھی ہوش ہے

ہماری دانست میں اس شعر کا ماخذ کسی پرانے ظریف کا یہ مطلع ہے ؎

افسوس کہ دُنیا سے سفر کر گئے چرکٹ
آنکھیں تو کھلی رہ گئیں پر مرگئے چرکٹ

اول بے نتیجہ ہے اور دوسرا باتیجہ۔ ہرچند کہ شاگرد اپنی سخن فہمی کی داد یوں دیتا ہے:- "شعر کی موزونیت برباد معاذ اللہ اور ہوش کی



تبرے سپنے

ملا ۔ دل طفل خود بہ سائے دادہ ام

جمہوریت ۔ زیں جہت من گوشمالی دادہ ام

کبھی ہوئی بھی بلندی سے پھر حسرت دیدار کی شکستگی عیاذاً باللہ۔

محبت بر باد کبھی ہوئی بھی حسرت دیدار کی شکستگی تو خدا جانے کیا بلا ہے۔ یہ الفاظ اردو کے حرامی بچے ہیں جن کے معنی مطلب کے ذمہ دار ہم نہیں البتہ شعر میں نہ کوئی غرابت ہے نہ کوئی اہم مطلب کہنے کو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔

بھینس کے پیٹ کا قراقر نعوذ باللہ۔ اونٹ کی زیر گسل ببلاہٹ استغفر اللہ۔ اردو کی کافر فریب ستیاناسی۔ لعنۃ اللہ۔ گوہ کس کنے سے کیا ہوتا ہے۔ منتخب کلام میں اتنی خوگیر کی بھرتی اسقدر ثقل الفاظ؟ کج مج زبان جاہل اس مطلب کو دو لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں:-

"ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم"

ان دو لفظوں میں جو لطافت ہے اُس سے بھی شاعر اعظم صاحب کا کلام خالی ہے۔

آگے شاگرد صاحب کی مدح خوانی نے ذری لمبے ڈگ بڑھائے ہیں اب چار شعروں کی لایعنی مدح میں دو دو صفحے برباد کیے جاتے ہیں خالی از مطلب الفاظ بعید از معنی تراکیب کا رڈ بالکل گیا ہے اور ہم ایسی عیاریوں کی مدح گزشتہ نمبروں میں بخوبی کر چکے ہیں لہٰذا اُسے قطع نظر کرتے ہیں۔

رکھتا پاؤں جو دیوے کہیں گور غریباں میں
نکل آتے کوئی ہاتھ پابوسی کے ارماں میں

دیکھا آپ نے معشوق ایسا چنچل اور شوخ ہے۔ مردود ٹوٹی قبروں کے سوراخوں میں پاؤں گھسیڑتا پھرتا ہے شاعر ناصح کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا۔ واقعی اگر کسی مردود صد ساد نے ٹنگڑی پکڑ کے بالجبر قبر کے اندر کھینچ لیا تو بڑی ہوگی۔ یہاں ذہن میں کی ظرفیت ہی مطلب ظاہر کرتی ہے۔ اگر کوئی صاحب فہم شاعر کہتا تو گور غریباں پر کہتا میں میں نہ کرتا۔ دوسرے پابوسی کے ارمان میں ہاتھ نکلنے کی جگہ منہ نکلنا چاہیے ہاتھ سے پابوسی نہیں کی جاتی۔ پاؤں چھوے جاتے ہیں۔ ہونٹوں سے پابوسی ہوتی ہے۔ شاگرد صاحب پہلے ہی سے دفع دخل کرتے ہیں کہ ذہنیت سے بیوقوف دماغ پر اعتماد قائم کر لیجئے کہ ہاتھ گیا پابوسی کرے گا مگر معلوم کیجیے کہ یہ کیا عمل ہو دگی ہوگی ...... بوسہ یا لمس دست ہے اور بوسے تو نگاہوں سے بھی لیے جاتے ہیں۔ میں تو خیال میں بھی اس گناہ کا مرتکب ہو جایا کرتا ہوں۔ واقعی صحیح ہے یہ اپنی اپنی مشق ہے ممکن ہے کہ آپ ہی کے گروہ میں کوئی شخص دیگر غیر قابل ذکر اعضاء سے پابوسی کرنے والا بھی نکل آئے تو اسکی طرف سے بھی آپ کا یہی جواب پیش کیا جا سکتا ہے۔ مہارت کی ضرورت ہے اعتماد کرنے والوں کو بیوقوف بناتے رہیے۔ انھیں کہنے دیجیے "قدم لینا" کی جگہ "بوسہ لینا" نظم کیجیے۔ ہاتھ منہ کا فرق کوئی بڑا فرق نہیں۔

پھر فرماتے ہیں ؎

جنوں پہونچا بیاباں میں بہار آئی گلستاں میں
یہ دونوں کیوں نہ بیٹھے مرے چاک گریباں میں

یعنی گریباں کی چوڑکی بہت وسیع ہے جنوں کو بیاباں یا پاگل خانے تک جانے کی زحمت کی ضرورت نہیں بہار خواہ مخواہ گلستاں میں گئی یہ دونوں اگر بیٹھے میں پاؤں دیتے تو گریبان کے دفتر میں نام لکھ جاتا۔ آپ کو واللہ! اس شعر میں کیا لطف ہے؟

"کھٹک کیوں ہے قاتل یہ بھی تیرا ہی عطیہ ہے
چھڑا کر زخم دل سے بھر نمک بھرنے نمکداں میں"

یہ گھنونے پن کی تصویر ہے نازک طبع شاعر مرزا غالب کے اس شعر پر ناک بھوں چڑھائی تھی ؎

"دھوتا ہوں جب میں پینے کو اُس گلبدن کے پاؤں
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں"

ہرچند کہ "گلبدن" کے لفظ سے اُنھوں نے پاؤں کے دھوون کا گلاب بنایا ہے۔ پھر بھی تصور میں اس منظر کی تصویر کھینچنے سے متلی ضرور ہوتی ہے۔ مگر اساتذہ شاعری کی دشواریوں سے واقف تھے کہ اس زمین میں اس سے اچھا مطلع کہنا سخت مشکل ہے۔ شاعر اعظم صاحب پھوڑے یا زخم پر چھڑکا ہوا نمک جمع کرنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ نمک خشک زخم پر جمتا نہیں۔ پسپائے ہوئے زخم پر پڑتے ہی بہ جاتا ہے۔ خدا کی امان ہے اگھوری معشوق پر جو عاشق کی اس مشاوری فرمائش کی تعمیل کرے۔ ترقی مذاق کا یہی حال ہے تو آپ دیکھیے گا کہ معشوق ہے گوبر بیلے اور گنجائی کی طرح معدے میں گھسنے اور آنتیں صاف کرنے کی فرمائش بھی ایک دن کی جائے گی۔ (باقی آئندہ)

راقم

خواجہ علی محمد خان اکبرآبادی از آگرہ

مولانا پنچ کی نوٹ بک

حکایت

باپ "کہو بیٹے آجکل تم قرآن کا کونسا سورہ پڑھتے ہو؟"

لڑکا "سورۂ لا اقسم بہذا البلد"

باپ "کچھ پڑھ کے سناؤ"

لڑکا "لا اقسم بہذا البلد۔ ووالد وما ولد"

(آخری ٹکڑا صاحبزادے نے اپنی طرف سے لگایا جس کے معنی یہ ہیں قسم ہے میرے باپ کی جولا ولد ہے)

باپ :- (جھلا کے) اپنی جان کی قسم میں نے تیرا سا لڑکا پایا وہ یقیناً لاولد ہے۔

آجکل ہندوستانی ولایتی خیر خواہ جیسے لارڈ ریڈنگ لارڈ سنہا لارڈ ایلور لارڈ سڈنہم لارڈ برکنہڈ لارڈ اولیور جو آج کل بالفعل ہندوستان کے حق میں جو فکریں کر رہے ہیں اگر ان فکروں کو فرد نامۂ خیر خواہی کے ذیل میں جگہ دی جائے تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ اپنی جان کی قسم جس باپ نے ایسے لڑکے پالے ہوں اسکے لاولد ہونے میں کوئی شبہ نہیں آپ دیکھیے تو سہی ایک طرف مساوات کے راگ گائے جاتے ہیں دوسری طرف امتیازی قوانین وضع کر کے ہو کا کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ فوجی عہدوں میں یہ امتیاز ہے سول سروس میں یہ امتیاز ہے سکونت و معاشرت میں یہ امتیاز ہے ایک نہایت بیہودہ اور ناممکل طرز حکومت کی بنیاد گورنمنٹ انڈیا ایکٹ کے ماتحت ڈالی گئی فی حد ذاتہ یہ قانون مضر ہو یا مفید لیکن اتنا ضرور ہوا کہ بعض حالتوں میں ہندوستانی اور انگریز کھینچ کے ایک دوسرے کے نزدیک ضرور پہنچ گئے تھے اب صاحب بہادر اس حماقت پر پچھتاتے ہیں اور شاہی حکومت پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ جو کچھ عنایت کیا ہے واپس لیجیے ایک لی کمیشن آتا ہے وہ ڈیڑھ کروڑ سالانہ کا بار غریب پتلی گردن والے یتیم ہندوستانیوں پر لاد دیتا ہے جب اہل ہند غل مچاتے ہیں تو اسکی پروا نہیں کی جاتی بلکہ لاشی پاشی افراد جنھوں نے بجز منفعت خوری کے اور کوئی خدمت ہند میں ادا نہیں کی ہے آ یندہ کر نیکے پکا بھرتی کیے جاتے ہیں کہ انکی سرپرستی حکومت ہند کی بہتری کے واسطے نہایت ضروری ہے انکی خدمات ناگزیر ہیں۔ سفارشیں ناکافی ہیں انگریز عہدوں پر قربان کیے جاتے ہیں۔ شکایت ہے بے دلی ہے خالی خولی دو نشو عہدہ داروں کے تقرر سے کمشنڈ سا میں کون سا دھکا لگا جاتا ہے غرض کہ ایک طومار ہے۔ لارڈ برکنہڈ صاحب کسی شکایت سے انکار کی جرأت نہیں کرتے۔ جو کسی نے کہا آمنا وصدقنا۔ دیدہ خواہ شد۔ مشورہ کے بعد شافی جواب دوں گا۔ ریڈنگ آلیں توان سے پوچھوں۔ ابھی حکومت ہند سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر کلا اقسم بہذا البلد۔ ووالد و ما ولد والوں کا سورہ انگریز نہیں پڑھتے تو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے اصلاحات پروانہ سے منتخب کال کے رنڈوں کی طرح گر پڑنے والے ہندوستانی ضرور اس سورہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ شاہی گورنمنٹ کوئی دخل دیتی تو غریب ہندوستانیوں کے آنسو پونچھ جاتے۔ مگر یہ دستور کے خلاف ہے۔ یہ ہندوستانی بچے یتیمیوں جیسا رووہ۔ (اصلاحات کا ترجمان)!

مرحوم شاہ محمد علی معزول تاجدار ایران

افسوس یورپ کے حجام کے ہاتھ سے وہ گئے اور کراہیا استرا بھی گیا جس کے ذریعہ ایرانی اطمینان و امن کا سر مونڈا جا سکتا تھا۔

خسرو کے ہاتھ طلائے دست فشار ہو لگا تھا جس قسل پر جا کا سورٹ یا اور یورپ کے ہاتھ محمد علی شاہ۔ مسلمان اس حکم سے مجبور رہیں کہ:-

"اپنے مردوں کو نیکی یاد کرو"

مگر جس شخص کی نیکی معلوم ہی نہ ہو وہ کیونکر بیان کی جائے میر تقی میر اپنے معشوق سے فرماتے ہیں ؎

تری گلی سے سدا او کشندۂ عالم
ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں

ایک زمانہ تھا کہ ایران بھی اپنے معشوق سے یوں ہی مخاطب تھا ذاتی اغراض سے خونریزی کسی شریعت میں جائز نہیں ہے جو لوگ خدا کے قائل نہیں وہ اپنے دل میں شاید ایران کی خانہ جنگی عربوں اور ترکوں کی آویزش جنگ عظیم یورپ کی سفاکی جلیان والے باغ کے قتل عام پر مغرور ہوں بحالت فتح ترانہ گائیں جو ترنم نیں تالیاں بجائیں اچھلیں ناچیں کودیں کوے مٹکائیں مگر ترے بے ارادہ روز محشر جسپے کا کشتوں کا خوں کیونکر جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہ دوسری بات ہے کہ شاہ مرحوم اللہ میاں سے کہیں:- "بار خدایا می گویند کہ گناہ این بندہ از حد گذشت ..." [illegible]

اور اللہ میاں فرمائیں:-

"من ترا بر بندہ ایشاں آوردہ ام"

مگر اس قسم کے مستثنیات کا حق کوئی قانونی حق نہیں ہے محمد علی شاہ کی علالت ۵ - ۱۰ اپریل کی شب کو سان ریمو اٹلی میں اناللہ ہوئے ایران میں خاک پایمال ہونے کی خبر ہے کس شان سے گئے۔ کس دھج سے آئے۔ صاحبزادے احمد شاہ عالی پیرس میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

باپ پر پوت پتا پر گھوڑا
بہت نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا!

باپ کے اس عبرت انگیز مآل کار سے سبق لینے کا حق زیادہ تر صاحبزادے کو تھا مگر ایسے بگڑے سنبھل جائیں تو ہم اسے نفس ناطقہ کا غلط فیضان اور فطرت کی عظیم فروگذاشت سے تعبیر کریں۔

تو تصنیف انجیل

ہاں - دیکھو تو اب ثابت ہوا کہ اکیلے خدا ہی کو بندوں پر کتابیں نازل کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ بندے بھی اللہ میاں کے تختۂ مشق پر اصلاح دینے کا حق رکھتے ہیں معاصر روز نامہ سیاست منڈین ڈیلی میل سے نقل کرتا ہے کہ امریکہ کے دو پروفیسروں اور ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن نے مل کے ایک تازہ انجیل گڑھی ہے اس انجیل میں جہاں کہیں شراب خانہ خراب کا تذکرہ تھا وہاں بجائے شراب میوہ اور کیک لکھ دیا بھلا مقدس کتاب میں ایسی نجس چیز کا ذکر؟ لاحول ولا قوۃ مسلمانوں میں بھی ایک خوشنویس صاحب کو اصلاح دینے کی عادت تھی۔ کسی نے قرآن ان سے لکھوایا جب کتابت ختم ہو گئی تو پوچھا کہیے حضرت کہیں اصلاح تو نہیں دی؟ کاتب نے کہا جی نہیں صرف اسقدر کہ اس کلام پاک میں جہاں کہیں ابلیس و شیطان نجس کا لفظ تھا وہاں اپنا اور آپ کے والد مرحوم کا نام لکھ دیا ہے۔

ایک جیدار
آئینہ یعنی
تصویر
مصنفہ شاعر شہیر
نواب سید نظیر حسین
مائل
جسمیں علاوہ لطف
اور عام فہم فلسفہ کا
حقیقی جاگتی تصویر
حسین اور عیب [illegible]
تعلیم نسواں کے مضر
کے اثرات سے بیاک
جرائم قانونی کی [illegible]
خود اختیاری قوا
کی پوری کارروائیاں
عدالتوں کے حکمنامہ
کے خون ناحق وغیرہ
ہوسے نصیحت کا وہ
باغ لگایا ہے جسکی
متاثر ہو کر کہدینا
ہمارا ذمہ کہ ہندوستانی
دلچسپ اگر دنیا میں کو
ہے تو یہ پہلا ناول
قیمت مع محصول ڈاک
کاغذ سفید ڈبل کراؤن
زیب ہوا اخبار
طلب کیجیے۔

سید قاسم حسین
اردو پنچ دکٹوریہ
نوٹ:- تاجران کو
رعایت بذریعہ خط

مشہورِ عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ چند تیر بہدف ادویہ

حلوا مغز گنجشک

[illegible] موجودہ زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ... قوت مردی کی نایاب دوا ہے جس کی تعریف سے باہر ہے ایک جلیل القدر طبیب کا قول ہے کہ شہوت ... دنیا میں کوئی دوا ہے تو یہی ہے ... جو سرعت و رقت کے مرض کو دور کرتی ہے قیمت فی بکس ... خوراک ...

ماء اللحم عنبری و آتشہ خاص الخاص

[illegible] ... ہندوستان میں شہرت ہے ... دواخانہ نے خاص طور پر تیار کیا ہے ... مشک، عنبر ... کے مقوی اجزا سے تیار کیا گیا ہے ... قوت مردی کو بڑھانے والا اور ممسک ہے رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے ... قیمت فی بوتل ... [illegible]

طلائے مسیحی

اعصاب کی تقویت بہترین ہوتی ہے ... جن لوگوں نے اپنی قوت ... نطفت ... کی وجہ سے رگیں خراب ہو گئی ہوں ... ان کے واسطے حکم اکسیر رکھتا ہے ... عرصہ میں اپنا فائدہ دکھاتا ہے ... اور عضوی شکایتوں میں تو وہ اثر دکھاتا ہے ... ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

فی شیشی ... [illegible]

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت و توانائی پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے ... قوت مردی ... خون کو بڑھاتی ... حرارت ... ہے ... کی کثرت کو دور کرتی ہے ... خضاب جوانوں کی طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے ... سینکڑوں نامراد ... اس سے صحت یاب ہو چکے ہیں ... قیمت فی ڈبیہ ... خوراک ... محصول ڈاک ... [illegible]

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجیے — منیجر دواخانہ معدن الادویہ گوئن روڈ اسٹریٹ لکھنؤ — فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

موسیقی کا معجزہ

یعنی

معارف النغمات

وہ کتاب ہے جو صرف ایک بار ... کی مدد سے ... ہوسکتی ہے

عالیجناب ٹھاکر نواب علی خاں صاحب تعلقہ دار ... ہندوستان کے ... موسیقی کے قاعدوں پر ... حاصل ... ایک راگ ... کتاب ... سات سُروں ... جاننے والے اور جتدی دونوں کے لیے ... کتاب نہیں ہے موسیقی کا معجزہ ہے۔

حصہ اول ... قیمت ... علاوہ محصول ڈاک۔

حصہ دوم ... استاد محمد علی خاں ... نسیم خاں ... قیمت ... علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لاکھوں روپیہ اور شاہی زردہ

ہم نے اپنے مقبول عام ... شاہی زردہ ... کی غرض سے شاہی زردہ کے ... صاحب کے نام ... ہوں گے۔

شاہی زردہ ...	پانچ تولہ کا ٹین	قیمت ...	دو سو ٹینوں میں	پانچ ہزار روپیہ کے پانچ چک
شاہی زردہ ...	پانچ تولہ کا ٹین	... روپیہ	سو ٹینوں میں	دو ... روپیہ کے دو چک
شاہی زردہ ...	پانچ تولہ کا ٹین	... روپیہ	پچاس ٹینوں میں	پچیس روپیہ کا ایک چک
شاہی زردہ ...	پانچ تولہ کا ٹین	... روپیہ	پچاس ٹینوں میں	پچاس روپیہ کا ایک چک
شاہی زردہ ...	پانچ تولہ کا ٹین	... روپیہ	پچاس ٹینوں میں	سو روپیہ کا ایک چک

نوٹ:- ... ایک تولہ کی شیشی قیمت ...

مشکی زردہ قیمت فی سیر ...

بمبئی تمباکو قیمت فی سیر ...

خوشبودار تمباکو سادی فی تولہ ... تمباکو الحق ...

... فی تولہ ...

شاہی قوام فی تولہ ... مشکی قوام فی تولہ ...

المشتہر:- منیجر مقبول اینڈ کو کارخانہ شاہی زردہ ... لکھنؤ

... مطبع ... لکھنؤ میں ... منشی ... چھپ کر شائع ہوا